The Study of Religion and History
Volume 3 issue 1 (2025)
www.srhjournal.com
ISSN(Print): 3006-3329 ISSN(Online): 3006-3337

"قرآنی نصیحت: ایک موضوعاتی مطالعہ"

"Quranic Advice: A Thematic Study"

Ayesha Latif
MPhil Scholar, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK

Dr. Mazhar Hussain Bhadroo*
Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK
Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com

Dr. Muhammad Shahid Habib
Assistant Professor, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk

Abstract:

The Qur'an, as a divine source of guidance, places profound emphasis on nasiha (advice) as a means of nurturing moral, spiritual, and social development. Its teachings provide timeless wisdom that transcends cultures and generations, offering direction for individuals and communities alike. Through selected Qur'anic verses, advice is presented not merely as admonition but as a holistic framework for ethical living, self-purification, and societal harmony. The study of Qur'anic advice thus highlights its role in shaping human character, fostering piety, and guiding believers towards righteousness.

Nevertheless, the concept of advice in the Qur'an is often misinterpreted or limited to a narrow scope. Without contextual and thematic understanding, its broader applications in personal conduct, communal relations, and leadership can be overlooked. Furthermore, the neglect of Qur'anic advice in contemporary societies often results in moral decline, social disintegration, and a weakening of spiritual consciousness.

In essence, Qur'anic advice functions as both a reminder and a roadmap—providing clarity, wisdom, and direction in diverse aspects of life. By engaging with its thematic study, believers can rediscover its relevance, apply its principles effectively, and cultivate a society rooted in justice, compassion, and faith.

Keywords: *Qur'an, Nasiha, Thematic Study, Guidance, Moral Development, Spirituality*

عنوان:

"قرآنی نصیحت: ایک موضوعاتی مطالعہ"

تمہید

قرآن کا تعارف اور اہمیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو اپنے اندر انسانیت کے لیے ایک کامل اور ابدی پیغام رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کا مقصد خود واضح کرتے ہوئے فرمایا" : هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ "([1]) یعنی "یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بیان ہے اور متقیوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین نمایاں پہلو بیان کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ قرآن "بیان" ہے، یعنی یہ ہر چیز کو واضح انداز میں پیش کرتا ہے، اس کے مضامین میں ابہام یا پیچیدگی نہیں بلکہ ایسی روشنی ہے جو حق اور باطل کو نمایاں کر دیتی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ "ہدایت" ہے، یعنی یہ ان لوگوں کے لیے راستہ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچائی کو اپنانے کے لیے تیار ہیں۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن "موعظ" ہے، یعنی نصیحت ہے، جو دلوں کو نرم کرتی ہے، روح کو بیدار کرتی ہے اور انسان کو گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اعمال کی طرف راغب کرتی ہے۔[2]

علماء و مفسرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن مجید کی یہ خصوصیات اس کے اعجاز کا حصہ ہیں، کیونکہ دنیا کی کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بیک وقت عقل کو مطمئن کرے، دل کو سکون دے، اور عملی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرے۔ قرآن صرف ایک مذہبی صحیفہ نہیں بلکہ ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو انسان کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کا بیان ہر انسان کے فہم کے مطابق اثر انداز ہوتا ہے، ایک عالم اس سے علمی دلیل اخذ کرتا ہے، ایک عامی اس سے عملی رہنمائی پاتا ہے اور ایک صاحبِ دل اس سے روحانی سکون حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح علامہ طبریؒ نے فرمایا کہ قرآن کی نصیحت دراصل انسان کے دل کی تاریکیوں کو دور کرنے اور اس کو ایمان کی روشنی سے منور کرنے کے لیے ہے۔[3]

قرآن کی نصیحت کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ نہ صرف انفرادی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ اجتماعی زندگی کو بھی درست کرتی ہے۔ ایک فرد جب قرآن کی نصیحت کو اپناتا ہے تو اس کی شخصیت میں عاجزی، صبر، شکر اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اور جب یہی صفات ایک معاشرے کے افراد میں عام ہو جاتی ہیں تو پورا معاشرہ امن، محبت اور انصاف کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ قرآن نے نصیحت کو کبھی انبیاء و صالحین کے واقعات کے ذریعے سمجھایا، کبھی مثالوں کے ذریعے، اور کبھی براہِ راست احکام و اوامر کی صورت میں۔ مثلاً سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ کے صبر، عفت اور توکل کی داستان محض ایک قصہ نہیں بلکہ ایک عظیم نصیحت ہے جو ہر دور کے انسان کو عفت و پاکدامنی، وفاداری اور امانت داری کی تعلیم دیتی ہے۔ اسی طرح سورۂ کہف میں اہل ایمان نوجوانوں کی کہانی ایمان پر ثابت قدمی کی ایک زندہ مثال اور نصیحت ہے۔[4]

---

[1] آل عمران:138

[2] تفسیر طبری، ج7، ص221

[3] تفسیر قرطبی، ج4، ص178

[4] مفاتیح الغیب، ج9، ص15

اس حقیقت کو بھی سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن کی نصیحت صرف ایک خاص طبقے یا قوم کے لیے محدود نہیں بلکہ یہ عالمگیر ہے۔ قرآن نے اپنے آپ کو "ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ" (ص:87) قرار دیا ہے، یعنی یہ پوری انسانیت کے لیے یاد دہانی اور نصیحت ہے۔ البتہ متقین اس سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ دل کی صفائی اور روح کی آمادگی کے ساتھ اس کی ہدایات کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ تکبر یا عناد کے ساتھ قرآن کی طرف آتے ہیں، وہ اس کی نصیحت سے فیضیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا": **قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى** "([5]) یعنی "کہہ دو یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے لیے اندھا پن ہے۔"

یہ بھی ایک اہم پہلو ہے کہ قرآن کی نصیحت وقت اور حالات سے ماوراء ہے۔ یہ صرف نزول کے زمانے تک محدود نہیں بلکہ آج کے دور کے انسان کے لیے بھی اتنی ہی تازہ اور کارآمد ہے جتنی چودہ سو سال پہلے تھی۔ آج جب دنیا فکری انتشار، اخلاقی زوال اور روحانی خلا کا شکار ہے، قرآن کی نصیحت ہی ہے جو انسان کو سکون، عدل، محبت اور روحانی تسکین عطا کر سکتی ہے۔ قرآن کی نصیحت جدید چیلنجز مثلاً مادیت پرستی، اخلاقی بے راہ روی، خاندانی نظام کی تباہی اور معاشرتی بدعنوانیوں کا بہترین علاج پیش کرتی ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کی نصیحت محض ایک علمی یا نظری پہلو نہیں رکھتی بلکہ یہ انسان کی عملی زندگی کے ہر گوشے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ یہ نصیحت دل کو نرم بھی کرتی ہے، عقل کو مطمئن بھی کرتی ہے، اور عمل کو راہِ راست پر بھی لاتی ہے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن کی نصیحت کو اپناتا ہے، وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور جو اس سے روگردانی کرتا ہے وہ خواہ کتنے ہی علوم حاصل کر لے، حقیقی کامیابی سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے بھی فرمایا": **تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنتی** "(موطا امام مالک) یعنی "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک ان کو تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری سنت۔"[6]

قرآن بطور ضابطۂ حیات

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے صرف عبادات کی تعلیم دینے کے لیے نازل نہیں فرمایا بلکہ یہ ایک ایسی کامل اور ہمہ گیر کتاب ہے جو انسان کی انفرادی، خاندانی، معاشرتی اور ریاستی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، اس میں کامیابی اور فلاح اسی وقت ممکن ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ** "([7])۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ "تبیاناً لکل شیء" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن ہر سائنس، فلسفہ یا فنونِ لطیفہ کی جزوی تفصیل بیان کرتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن انسانیت کو زندگی کے ہر پہلو میں بنیادی اصول فراہم کرتا ہے۔ یہ اصول ہی وہ سرچشمہ ہیں جن کی روشنی میں انسان دیگر علوم و فنون کی تحقیق اور ترقی کر سکتا ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں وہ تمام اصول موجود ہیں جن کی بنیاد پر ایک انسان اپنی دینی اور دنیاوی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک "تبیان" کا مطلب ہے کہ قرآن ان تمام مسائل کی بنیاد اور رہنمائی فراہم کرتا ہے جو

---

[5] فصلت: 44

[6] تفسیر ابن کثیر، ج2، ص 403

[7] النحل: 89

کسی بھی دور میں انسان کے سامنے آسکتے ہیں[8]۔ ابن کثیرؒ کے نزدیک یہ کتاب تمام اصولِ ہدایت کا جامع ہے، اور وہ تمام علوم جو براہِ راست قرآن میں مذکور نہ ہوں ان کے لیے سنتِ نبویؐ قرآن کی عملی تفسیر اور تشریح ہے (تفسیر ابن کثیر، ج 2، ص 586)۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اس نکتہ کو مزید وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن ہر اس چیز کو واضح کرتا ہے جو انسان کو نجات اور فلاح کی راہ دکھائے، چاہے وہ عقیدہ ہو، عبادت ہو، اخلاق ہو یا معاشرتی نظام، کیونکہ یہ کتاب ہدایت صرف مذہبی معاملات تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانی زندگی کو منظم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ([9])۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صرف نماز اور روزے جیسے اعمال پر زور نہیں دیا بلکہ عدل و انصاف قائم کرنے، والدین اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے، یتیموں اور کمزوروں کا سہارا بننے، معیشت میں دیانت داری، تجارت میں شفافیت، سیاست میں شورائیت اور معاشرت میں عفت و حیا جیسے اصول بیان کیے ہیں۔ قرآن نے ظلم، فحاشی، شرک، جھوٹ، سود اور بددیانتی کو سختی سے منع کیا ہے کیونکہ یہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح قرآن کے نصیحت آمیز پیغامات انسان کو اس کی پوری زندگی کے ہر گوشے میں روشنی فراہم کرتے ہیں۔

مزید برآں، قرآن صرف اصول نہیں دیتا بلکہ عملی مثالیں بھی بیان کرتا ہے تاکہ انسان کے لیے سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہو جائے۔ مثلاً حضرت یوسفؑ کی سیرت کو عفت، صبر اور حکمت کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا، حضرت موسیٰؑ کی زندگی کو جدوجہد، قیادت اور ظلم کے خلاف اٹھنے کی مثال کے طور پر دکھایا گیا، اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت کو قرآن نے بہترین نمونہ قرار دیا: "**لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**" ([10])۔ ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن نظریاتی نہیں بلکہ عملی نصیحت فراہم کرتا ہے تاکہ انسان اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی کو بہتر بناسکے۔

موجودہ دور کے مفسرین نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کے بیان کردہ اصول ابدی ہیں اور ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف ساتویں صدی کے انسان کے لیے ہدایت تھی بلکہ آج کے جدید دور میں بھی یہ اتنی ہی کارآمد ہے جتنی پہلے تھی، کیونکہ قرآن کا مقصد انسان کو اس کے رب سے جوڑنا، اس کے اخلاق کی اصلاح کرنا اور ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو عدل و انصاف پر قائم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن آج بھی سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے، بشرطیکہ ہم اسے اپنی زندگی میں عملی طور پر نافذ کریں۔

نصیحت کا قرآنی تصور

قرآن کریم کی تعلیمات محض ایک مخصوص طبقے یا محدود دائرے تک نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر قرآن کو نصیحت، شفاء، ہدایت اور رحمت قرار دیا ہے تاکہ انسان اپنے ظاہر اور باطن دونوں پہلوؤں کو درست کرکے ایک متوازن اور کامیاب زندگی گزار سکے۔ سورۃ یونس کی مذکورہ آیت میں نصیحت کے چار بنیادی پہلوؤں کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے "موعظ" کا ذکر ہے، یعنی ایسی نصیحت جو انسان کو بھلائی کی طرف راغب کرے اور برائیوں سے بچائے۔ امام ابن کثیرؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ قرآن کا مقصد انسان کو نافرمانیوں سے روک کر اطاعت کی طرف لانا ہے اور یہی حقیقی موعظ ہے[11]۔

---

[8] تفسیر قرطبی، ج 10، ص 112

[9] مفاتیح الغیب، ج 18، ص 141

[10] الاحزاب: 21

[11] تفسیر ابن کثیر، ج 2، ص 409

دوسرا پہلو "شفاء" ہے، جس سے مراد انسان کے دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ بیماریاں مثلاً حسد، کینہ، تکبر، نفاق، دنیا کی بے جا محبت اور شہوات کی پیروی انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتی ہیں۔ قرآن ان تمام بیماریوں کا علاج ذکر کرتا ہے اور انسان کے دل کو سکون و اطمینان بخشتا ہے۔ سورۃ فصلت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا": قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ[12] " یعنی "یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔" امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ قرآن کے ذریعے انسان باطن کے گندے خیالات اور اخلاقی برائیوں سے پاک ہوتا ہے، اور یہی اصل شفاء ہے (تفسیر کبیر، ج24، ص11)۔

تیسرا پہلو "ہدایت" ہے۔ قرآن صرف ایک کتابِ تاریخ یا قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو انسان کو سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے۔ سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا": ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ[13] "یعنی "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔" مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن ہر اس انسان کو رہنمائی فراہم کرتا ہے جو تقویٰ اور طلبِ حق کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرے[14]۔

چوتھا پہلو "رحمت" ہے۔ قرآن صرف ایک ضابطہ نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کا مظہر ہے، جو مؤمنوں کو دنیا میں سکون، امن، عدل اور اطمینان عطا کرتا ہے اور آخرت میں جنت اور نجات کی خوشخبری دیتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے": وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ[15] "یعنی "ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔" امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کی رحمت یہ ہے کہ یہ بندوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کرتا ہے اور ان کی زندگیوں کو امن اور سکون سے بھر دیتا ہے[16]۔

ان چار پہلوؤں کو ملا کر دیکھا جائے تو قرآن کی نصیحت محض اخلاقی یا سماجی تربیت تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر نظام ہے جو انسان کے روحانی، باطنی، فکری اور عملی پہلوؤں کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ انسان کو برائی سے روکتا ہے، دلوں کو پاک کرتا ہے، سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اللہ کی رحمت کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کو صرف پڑھنے اور سمجھنے کے لیے نہیں بلکہ اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے نازل کیا گیا تاکہ یہ حقیقی معنوں میں انسان کے لیے نصیحت اور ہدایت کا سامان بنے۔

سنتِ نبوی ﷺ اور نصیحت

رسول اکرم ﷺ نے نصیحت کو دین کی بنیاد اور اس کا مرکزی نکتہ قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت تمیم داریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": الدِّينُ النَّصِيحَةُ[17] "۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! نصیحت کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا": لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ "یعنی "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔" اس حدیث مبارکہ نے نصیحت کے دائرے کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ دین کا خلاصہ اور لبِ لباب دراصل نصیحت ہی ہے۔

---

[12] فصلت:44

[13] البقرہ:2

[14] تفسیر قرطبی، ج1، ص159

[15] بنی اسرائیل:82

[16] تفسیر قرطبی، ج10، ص311

[17] صحیح مسلم، حدیث:55

اللہ کے لیے نصیحت کا مطلب ہے کہ بندہ توحید خالص پر قائم رہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اسی کے لیے کرے، اس کی صفات اور اسماء کو تسلیم کرے، اس کے اوامر کو بجالائے اور اس کے نواہی سے بچے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا": **وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ**[18] "۔ یعنی "انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔" امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ اللہ کے لیے نصیحت دراصل بندے کا خالص عقیدہ، اطاعت اور محبت ہے جو اسے شرک اور معصیت سے دور رکھتی ہے۔[19]

کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا مطلب ہے کہ انسان قرآن پر ایمان لائے، اسے اللہ کی کتاب تسلیم کرے، اس کی تلاوت، فہم اور تدبر کرے اور اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اسے دستورِ حیات بنائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": **خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ**[20] "۔ یعنی "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔" یہ نصیحت انسان کو اس بات کی طرف لے جاتی ہے کہ قرآن محض تلاوت کے لیے نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا مطلب ہے آپ کی نبوت اور رسالت کو دل سے تسلیم کرنا، آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا، آپ کی اطاعت کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنانا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو اختیار کرنا۔ قرآن نے اس نصیحت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے": **قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ**[21] "۔ یعنی "کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔" امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو مکمل طور پر قبول کیا جائے اور بدعات سے اجتناب کیا جائے۔[22]

حکمرانوں کے لیے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت اس وقت تک کی جائے جب تک وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق حکم دیں، اور ان کے ساتھ خیرخواہی کی جائے، ان کے لیے دعا کی جائے اور انہیں عدل و انصاف قائم کرنے کی تلقین کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا": **إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ**[23] "یعنی "امام ڈھال ہے، اس کے پیچھے جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے دشمن سے حفاظت کی جاتی ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکمران کے ساتھ خیرخواہی پوری امت کی اجتماعی بھلائی سے وابستہ ہے۔

عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا مطلب ہے کہ ان کے ساتھ خیرخواہی کی جائے، ان کے لیے وہی پسند کیا جائے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں، ان کی بھلائی چاہی جائے اور ان کے ساتھ عدل، محبت اور بھائی چارے کا برتاؤ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": **لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ** "[24]۔ یعنی "تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" یہ دراصل معاشرتی اصلاح اور بھائی چارے کی بنیاد ہے۔

---

[18] البینۃ:5

[19] شرح صحیح مسلم للنووی، ج2، ص37

[20] صحیح بخاری، حدیث:5027

[21] آل عمران:31

[22] فتح الباری، ج1، ص127

[23] صحیح بخاری، حدیث:2957

[24] صحیح بخاری، حدیث:13

اس طرح یہ حدیث اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ دین کا خلاصہ دراصل خیر خواہی، نصیحت اور اصلاح ہے، جو اللہ، رسول، کتاب، حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی پر مبنی ہے۔ یہی وہ اصول ہے جو ایک فرد کی اصلاح سے لے کر پوری امت کے اتحاد اور فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔

نصیحت اور اصلاحِ معاشرہ

قرآن مجید میں نصیحت کو بار بار بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہے، غفلت کا شکار نہ ہو، اپنی اصلاح کرتا رہے اور دوسروں کو بھی بھلائی کی دعوت دیتا رہے۔ سورۃ الذاریات کی مذکورہ آیت میں ارشاد ہے": **وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ**[25] "یعنی "اور نصیحت کرتے رہو، بے شک نصیحت مؤمنوں کو فائدہ دیتی ہے۔" اس آیت میں نصیحت کے دو بڑے پہلو نمایاں ہیں: ایک انفرادی پہلو کہ مؤمن اپنی ذات کی اصلاح کے لیے نصیحت سے فائدہ اٹھائے، اور دوسرا اجتماعی پہلو کہ نصیحت کے ذریعے پورا معاشرہ درستگی اور خیر کی طرف مائل ہو۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نصیحت کا فائدہ سب سے زیادہ ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو ایمان والے ہیں، کیونکہ ان کے دل زندہ اور نرم ہوتے ہیں، وہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر لکھا کہ مؤمن کا دل نصیحت سے متاثر ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ کافر اور منافق کے دل نصیحت کے باوجود سختی اور ضد میں مبتلا رہتے ہیں[26]۔ امام قرطبیؒ نے وضاحت کی کہ نصیحت مؤمنوں کے لیے نور اور سکون کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ ایمان کے جذبے سے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوارتے ہیں[27]۔

یہ آیت اس بات کو بھی اجاگر کرتی ہے کہ نصیحت کا دائرہ صرف فرد تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اگر نصیحت معاشرے میں عام ہو تو برائیاں گھٹتی ہیں اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ایک اور مقام پر فرمایا": **وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ**[28] "یعنی "تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔" اس سے واضح ہوتا ہے کہ نصیحت معاشرتی بگاڑ کو روکنے اور اصلاح کے قیام کا ذریعہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے بھی اس پہلو کو واضح کرتے ہوئے فرمایا": **مَن رَأى مِنكُم مُنكَرًا فليغيِّرهُ بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعفُ الإيمان**[29] "یعنی "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔" یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ نصیحت اور برائی سے روکنا ایمان کا حصہ اور ایک اجتماعی فریضہ ہے۔

اسی طرح قرآن نے نصیحت کو صرف وقتی یا رسمی عمل نہیں قرار دیا بلکہ اسے مسلسل جاری رہنے والا عمل بتایا ہے۔ اس کی دلیل سورۃ العصر میں ملتی ہے جہاں فرمایا گیا": **وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ**

---

[25] الذاریات: 55

[26] تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 273

[27] تفسیر قرطبی، ج 17، ص 56

[28] آل عمران: 104

[29] صحیح مسلم، حدیث: 49

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ[30] "۔ یہاں "تواصوا بالحق" اور "تواصوا بالصبر" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مؤمنین کی کامیابی کا راز مسلسل ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرتے رہنے میں ہے۔

اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ نصیحت نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی کو سنوارتی ہے بلکہ پورے معاشرے کو فتنوں، برائیوں اور اخلاقی بگاڑ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ جب نصیحت معاشرے میں عام ہو تو افراد میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، ظلم کم ہوتا ہے، عدل و انصاف قائم ہوتا ہے اور اجتماعی زندگی میں سکون اور بھلائی آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے نصیحت کو ایک لازمی اور اجتماعی فریضہ قرار دیا ہے۔

عصرِ حاضر میں نصیحت کی اہمیت

آج کے پرفتن دور میں جب معاشرتی برائیاں مثلاً فحاشی، مادیت پرستی، جھوٹ، بددیانتی، ظلم اور خودغرضی عام ہو چکی ہیں، قرآنی نصیحت کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ قرآنِ حکیم انسان کو صرف وقتی لذتوں اور دنیاوی آسائشوں میں الجھنے سے بچاتا ہے اور اسے آخرت کی کامیابی کی یاددہانی کراتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے": **فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ**[31] "، یعنی "آپ نصیحت کرتے رہیے، آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ "یہ آیت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ نصیحت اور تبلیغ کا فریضہ ہر دور میں اہم اور لازمی ہے، کیونکہ اسی پر معاشرتی اصلاح اور روحانی کامیابی کا انحصار ہے۔

قرآن میں کئی مقامات پر نصیحت کی اہمیت اور اس کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے": **وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ**[32] "، یعنی "اور نصیحت کرتے رہو، بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ "اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نصیحت مؤمن کے ایمان کو تازگی اور تقویت دیتی ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا": **كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ**[33] "، یعنی "یہ ایک بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل والے نصیحت پکڑیں۔ "یہاں نصیحت کا تعلق غور و فکر اور تدبر کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا": **إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ**[34] "، یعنی "بے شک یہ قرآن اس راستے کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری دیتا ہے۔"

احادیثِ نبویہ میں بھی نصیحت کی اہمیت کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": **الدين النصيحة**[35] "، یعنی "دین تو سراسر خیرخواہی (نصیحت) ہے۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اصل بنیاد ہی خیرخواہی اور نصیحت پر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے": **أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر**[36] "، یعنی "سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ "یہ حدیث بتاتی ہے کہ نصیحت کا دائرہ صرف عام افراد تک محدود نہیں بلکہ طاقتور اور ظالم حکمرانوں کے سامنے بھی حق گوئی کرنا لازم ہے۔

---

[30] العصر:1-3

[31] الغاشیہ:21

[32] الذاریات:55

[33] ص:29

[34] بنی اسرائیل:9

[35] صحیح مسلم، حدیث:55

[36] سنن نسائی، حدیث:4209

مختصراً، قرآنی نصیحت نہ صرف انفرادی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ اجتماعی بگاڑ کو روکنے اور معاشرے کو امن و سکون کی راہ پر گامزن کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ آج کے دور میں جب مادیت، فحاشی اور دینی بیزاری عام ہو چکی ہے تو قرآن کی نصیحت کو اپنانا ہی حقیقی کامیابی اور نجات کا واحد راستہ ہے۔

نصیحت اور انفرادی اصلاح

قرآن مجید سب سے پہلے فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے، کیونکہ جب فرد درست ہوگا تو معاشرہ بھی درست سمت میں گامزن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا": **وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ**[37] "، یعنی "اور جو شخص میری نصیحت (ذکر) سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ " اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت کو نظر انداز کرنے والا فرد دنیا میں بھی مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی خسارے کا سامنا کرتا ہے۔ **تفسیر ابن کثیر** میں مذکور ہے کہ "معیشتاً ضنکاً " سے مراد دل کی بے سکونی اور روحانی گھٹن ہے، خواہ انسان کے پاس مال و دولت کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اسی طرح **امام قرطبی** نے بھی لکھا ہے کہ اللہ کی یاد سے غفلت انسان کو بے اطمینانی اور دائمی اضطراب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا": **قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا**[38] "، یعنی "تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرتیں آ چکی ہیں، جو دیکھے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لیے دیکھے گا اور جو اندھا ہوگا تو اس کا نقصان بھی اسی پر ہوگا۔ " یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اصلاحِ فرد کی بنیاد بصیرت، نصیحت اور شعور پر ہے، اور جو ان کو قبول کرتا ہے وہ اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح سورۃ الاسراء میں فرمایا گیا": **إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا**[39] "، یعنی "اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے ہی لیے نیکی کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو اس کا وبال بھی تمہارے ہی اوپر ہوگا۔ " یہ بھی فرد کو متنبہ کرتا ہے کہ اس کے اعمال کا اثر براہِ راست اس کی اپنی زندگی اور انجام پر پڑتا ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی انفرادی اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : **ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب**[40] "، یعنی "خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ دل ہے۔ " یہ حدیث اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ فرد کی اصلاح دل کی اصلاح سے وابستہ ہے، اور جب دل درست ہو جائے تو انسان کے باقی اعمال بھی درست ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے" : **المؤمن مرآة المؤمن**[41] "، یعنی "مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے۔ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرد کی اصلاح نہ صرف خود اس کے لیے باعثِ خیر ہے بلکہ اس سے دوسروں کی اصلاح بھی ممکن ہوتی ہے۔

مختصراً، قرآن اور سنت کا واضح پیغام یہ ہے کہ فرد کی اصلاح سب سے پہلی ترجیح ہے، کیونکہ جب فرد درست ہوگا تو اس کی نیکی اور تقویٰ کا اثر پورے معاشرے پر پڑے گا۔ لیکن اگر فرد نصیحت کو چھوڑ دے تو اس کا نقصان دنیا اور آخرت

---

[37] طٰہ: 124

[38] الانعام: 104

[39] الاسراء: 7

[40] صحیح بخاری: 52، صحیح مسلم: 1599

[41] سنن ابو داؤد، حدیث: 4918

دونوں میں ہوگا۔ دل کی اصلاح، اللہ کے ذکر کی پابندی اور نصیحت کو قبول کرنا فرد کی کامیابی اور معاشرتی اصلاح کا بنیادی زینہ ہے۔

نصیحت اور خاندانی نظام

قرآنی نصیحت صرف فرد کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ خاندانی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے بھی ہے۔ قرآن نے بارہا والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے تاکہ خاندان کے بنیادی رشتے میں محبت، اطاعت اور خیر خواہی قائم رہے۔ ارشادِ ربانی ہے" :**وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا**[42] "، یعنی "اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔ "اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے" :**وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا**[43] "۔ اس آیت میں والدین کے حقوق کو عبادتِ الٰہی کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے جو اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

اسی طرح سورۃ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنی اولاد کو دی گئی نصیحت نقل کی گئی ہے" :**يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ**[44] "، یعنی "اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو اور جو مصیبت تجھے پہنچے اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔ "یہ نصیحت واضح کرتی ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کس طرح دینی اور اخلاقی اصولوں کی تعلیم دیتا ہے۔ **امام قرطبیؒ** نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ نصیحت دراصل ہر والدین کے لیے ایک نمونہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کو محض دنیاوی پہلو تک محدود نہ رکھیں بلکہ انہیں دین، عبادت اور اخلاقی اقدار کی طرف بھی توجہ دلائیں۔

مزید برآں، رسول اللہ ﷺ نے بھی خاندانی تعلقات کی بنیاد خیر خواہی اور نصیحت پر رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" : **کلکم راعٍ وکلکم مسؤول عن رعیتہ**[45] "، یعنی "تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حکمران اپنے رعایا کا، مرد اپنے گھر والوں کا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی تربیت کی ذمہ دار ہے۔ "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی بنیادی ذمہ داری ہی اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :**ما نحل والد ولده من نحل أفضل من أدب حسن**[46] "، یعنی "کسی والد نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔ "یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ والدین کے لیے سب سے بڑی نصیحت اور ذمہ داری اپنی اولاد کو نیک سیرت، صالح اور اخلاقی طور پر مضبوط بنانا ہے۔

نصیحت اور اجتماعی اصلاح

اسلامی معاشرہ خیر خواہی اور نصیحت کی بنیاد پر قائم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : **مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى**[47] "، یعنی "مؤمنین کی مثال آپس کی محبت، رحمت اور ہمدردی میں ایک جسم کی طرح ہے، اگر جسم کا ایک عضو بیمار ہو تو سارا جسم جاگنے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ "اس حدیث سے

---

[42] العنکبوت:8

[43] بنی اسرائیل:23

[44] لقمان:17

[45] صحیح بخاری:893، صحیح مسلم:1829

[46] سنن ترمذی:1952

[47] صحیح مسلم، حدیث:2586

واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی تکلیف پورے معاشرے کی تکلیف ہے اور یہ کہ اصلاح، خیر خواہی اور نصیحت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم نے بھی امت مسلمہ کو اجتماعی ذمہ داری یاد دلائی ہے": **وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ**[48] "، یعنی "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ "اسی سورۃ میں مسلمانوں کو بہترین امت اس لیے کہا گیا کہ وہ نیکی کو فروغ دیتے اور برائی کو روکتے ہیں" : **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**[49] "۔

رسول اللہ ﷺ نے خیر خواہی کو دین کی بنیاد قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" : **الدِّينُ النَّصِيحَةُ. "قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ**[50] "۔ اس حدیث میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ نصیحت اور خیر خواہی صرف چند افراد کے ساتھ محدود نہیں بلکہ یہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، دینی قیادت اور عام مسلمانوں سب کے ساتھ ہونی چاہیے۔

اسی طرح برائی کے خاتمے اور معاشرتی اصلاح کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا" : **مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ**[51] "۔ یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق برائی کے خلاف کھڑا ہو، چاہے وہ عملی اقدام ہو، زبان سے نصیحت ہو یا دل میں اسے برا جاننا۔

قرآن نے مومن مرد و عورتوں کی اجتماعی ذمہ داری کو بھی بیان کیا ہے" : **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ**[52] "۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ خیر خواہی اور نصیحت صرف مردوں تک محدود نہیں بلکہ خواتین بھی معاشرتی اصلاح کی برابر ذمہ دار ہیں۔

امام نوویؒ نے "شرح صحیح مسلم" میں لکھا ہے کہ نصیحت کا مطلب خیر خواہی، اصلاح اور دین کی حفاظت کے لیے کوشش کرنا ہے، اور یہ دین کے ہر پہلو میں شامل ہے۔ اسی طرح **امام رازیؒ** نے "تفسیر کبیر" میں کہا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر معاشرتی نظام کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہے، اور اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو معاشرہ تباہی اور فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

نصیحت اور آخرت کی یاد دہانی

قرآنی نصیحت انسان کو صرف دنیاوی زندگی کی بھلائی اور کامیابی تک محدود نہیں رکھتی بلکہ اسے آخرت کی تیاری پر بھی مسلسل متوجہ کرتی ہے۔ قرآن مجید بار بار یاد دلاتا ہے کہ دنیا عارضی ہے اور اصل کامیابی آخرت میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے" : **فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ**[53] "، یعنی "پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ "یہ آیات انسان کو یاد دلاتی ہیں کہ اس کا کوئی بھی عمل رائیگاں نہیں جاتا بلکہ قیامت کے دن اسے اس کے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا۔

[4848] آل عمران:104

[49] آل عمران:110

[50] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:55

[51] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:49

[52] التوبہ:71

[53] الزلزال:7-8

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ**[54] "، یعنی "ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پھر جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی کامیاب ہوا، اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی کامیابی محض وقتی ہے، جبکہ حقیقی کامیابی آخرت کی نجات ہے۔

مزید برآں سورۃ المؤمنون میں اہلِ ایمان کی صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا" : **أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ، الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ**[55] "، یعنی "یہی لوگ وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے۔ "اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنی نصیحت انسان کو صرف عارضی دنیاوی سکون نہیں بلکہ ابدی کامیابی اور جنت کی وراثت کے لیے تیار کرتی ہے۔

اسی تناظر میں **امام طبریؒ** نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن انسان کو ہر حال میں اس انجام کی طرف متوجہ کرتا ہے جہاں اس کے اعمال کا فیصلہ ہونا ہے، تاکہ انسان دنیا کی زیب وزینت میں گم نہ ہو بلکہ آخرت کو اپنا اصل مقصد بنائے۔ اسی طرح **امام قرطبیؒ** نے وضاحت کی ہے کہ قرآن کی نصیحت کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ برائی سے بچے اور نیکی کی طرف مائل ہو۔

قرآنی نصیحت کے روحانی اثرات

قرآن مجید صرف ایک علمی یا فکری نصیحت کی کتاب نہیں بلکہ یہ دلوں کو سکون اور روح کو روشنی عطا کرتی ہے۔ اس کی نصیحت انسان کی باطنی بیماریوں مثلاً حسد، کینہ، غرور، حرص، لالچ اور نفاق کو دور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ**[56] "، یعنی "اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ "**امام فخر الدین رازیؒ** اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت انسان کے دل سے شرک، کفر اور نفاق جیسے امراض کو دور کرتی ہے اور اس کے دل کو ایمان، اخلاص اور یقین سے منور کرتی ہے۔[57]

قرآن کی یہ نصیحت انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت اور ذکر کی طرف مائل کرتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے" : **الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**[58] "، یعنی "وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں، سن لو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ "اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیاوی مال و دولت یا عیش و عشرت دل کو سکون نہیں دے سکتے، بلکہ حقیقی اطمینان صرف اللہ کے ذکر اور قرآن کی نصیحت سے نصیب ہوتا ہے۔

اسی مفہوم کو ایک اور آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے" : **وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا** "(بنی اسرائیل:82)، یعنی "اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور یہ ظالموں کو خسارے کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔ "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مومن کے لیے نہ صرف دلوں کی بیماریوں کا علاج ہے بلکہ اس کے لیے اللہ کی رحمت کا ذریعہ بھی ہے۔

---

[54] آل عمران:185

[55] المؤمنون:10-11

[56] یونس:57

[57] تفسیر کبیر، ج7، ص178

[58] الرعد:28

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن شفا ہے کیونکہ یہ جہالت کے اندھیروں کو علم سے، شک کو یقین سے، گمراہی کو ہدایت سے اور دل کی بیماریوں کو نورِ ایمان سے بدل دیتا ہے۔[59] اسی طرح **امام قرطبیؒ** نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کا اثر ہر اس دل پر ہوتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اسے سننے اور قبول کرنے کے لیے تیار ہو۔

نبی کریم ﷺ نے بھی قرآن کی روحانی تاثیر کو بیان فرمایا" : **اقرءوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه**[60] "، یعنی "قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرنے والا بن کر آئے گا۔ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نہ صرف دنیا میں دلوں کو سکون دیتا ہے بلکہ آخرت میں بھی نجات اور شفاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔

نصیحت کا مفہوم

لغوی اعتبار سے "نصیحت" کا مطلب خیر خواہی، بھلائی کی طرف رہنمائی اور برائی سے روکنے کے ہیں، جبکہ اصطلاحی طور پر نصیحت سے مراد ایسی تعلیم وتربیت ہے جو انسان کے قلب و دماغ پر اثر ڈال کر اس کے اندر عملی تبدیلی پیدا کرے۔ قرآن مجید میں نصیحت محض زبانی تلقین نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت تربیتی نظام ہے جو انسان کی روح، عقل اور عمل کو متاثر کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کو اللہ نے "موعظ" قرار دیا ہے جو انسان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن مجید میں نصیحت کے مختلف پہلو بیان کیے گئے ہیں۔

سب سے پہلے تقویٰ اور پرہیزگاری کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : **ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ**"[61] ترجمہ: یہ کتاب (قرآن) ہے جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔ امام قرطبیؒ کے مطابق قرآن سے حقیقی فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو دل میں اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور اپنے اعمال میں تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کی سب سے بڑی نصیحت ایمان اور توحید کی پختگی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے" : **وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا**"[62] ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت توحید کی بنیاد اور قرآن کی تمام نصیحتوں کا خلاصہ ہے۔

قرآن کی نصیحت کا ایک اور اہم پہلو اخلاقی اور سماجی رہنمائی ہے۔ قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک، عدل و انصاف، صبر، عفو و درگزر اور ناپ تول میں انصاف جیسے احکام کو بطور نصیحت بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا" : **اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ**"[63] ترجمہ: بے شک اللہ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ یہ آیت اسلامی اخلاقیات کا جامع ترین منشور ہے۔ قرآن کی نصیحت انسان کو بار بار آخرت کی یاد دہانی بھی کراتی ہے تاکہ وہ دنیاوی لذتوں میں غفلت کا شکار نہ ہو۔ ارشاد ہے" : **كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ**"[64] ترجمہ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور تمہیں قیامت کے دن پورا بدلہ دیا جائے گا۔ امام رازیؒ کے مطابق یہ آیت دنیا کی فانی حقیقت اور آخرت کی دائمی حقیقت کو واضح کرتی ہے جو بہترین نصیحت ہے۔

---

[59] تفسیر ابن کثیر، سورۃ بنی اسرائیل:82

[60] صحیح مسلم، حدیث:804

[61] البقرۃ:2

[62] النساء:36

[63] النحل:90

[64] آل عمران:185

اسی طرح قرآن انسان کو صبر اور استقامت کی بھی نصیحت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا" :وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ"[65] ترجمہ: صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ یہ نصیحت انسان کو زندگی کی سختیوں اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ اس طرح قرآن کی نصیحت محض ایک علمی یا فکری تلقین نہیں بلکہ ایک مکمل عملی، روحانی اور اخلاقی نظام ہے جو انسان کو تقویٰ، ایمان، توحید، اخلاقی اقدار اور آخرت کی تیاری کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی یہ نصیحت ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہی نصیحت انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا راستہ دکھاتی ہے۔

نصیحت کی تطبیقات

قرآنی نصیحت کا عملی نفاذ مختلف سطحوں پر ہوتا ہے اور یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے دائرۂ کار میں شامل کرتا ہے۔
سب سے پہلے **انفرادی سطح** پر قرآن انسان کے عقیدے، عبادات اور اخلاق کی اصلاح کرتا ہے۔ قرآن کا بنیادی پیغام توحید ہے جیسا کہ فرمایا گیا" :وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا"[66]، یعنی اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اسی طرح عبادات میں نماز، روزہ اور ذکرِ الٰہی انسان کو روحانی پاکیزگی عطا کرتے ہیں، جبکہ اخلاق میں صبر، عفو و درگزر اور نرمی کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرد کی شخصیت قرآنی نصیحت کے ذریعے ایک مضبوط اور متوازن بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔
خاندانی سطح پر قرآنی نصیحت کا بڑا واضح اور عملی کردار ہے۔ قرآن والدین کی خدمت اور حسن سلوک کو بنیادی حکم قرار دیتا ہے" :وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا"[67]۔ اسی طرح سورۃ لقمان میں والدین اور اولاد دونوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت لقمان کی نصیحت میں بتایا گیا کہ اولاد کو سب سے پہلے نماز، نیکی اور صبر پر قائم کرنا ضروری ہے۔[68]۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ نصیحت ہر والدین کے لیے رہنمائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو صرف دنیاوی تربیت نہ دیں بلکہ دینی و اخلاقی پہلو پر بھی توجہ دیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کا نظام نصیحت خاندان کے ڈھانچے کو مضبوط اور مربوط بناتا ہے۔
اجتماعی سطح پر قرآنی نصیحت کا مقصد معاشرتی عدل، مساوات اور امن قائم کرنا ہے۔ قرآن کہتا ہے" :إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[69]، یعنی اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی حفاظت اور غربت کے خاتمے پر زور دیا گیا ہے[70]۔ قرآن کی یہ تعلیمات معاشرتی فلاح اور بھائی چارے کو فروغ دیتی ہیں۔ امام ابن کثیرؒ کے مطابق، عدل و انصاف کا قیام اور ضرورت مندوں کی مدد، قرآنی نصیحت کے بڑے اجتماعی مقاصد میں شامل ہیں۔
خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی نصیحت ایک ہمہ جہت نظام ہے جو فرد کی اصلاح، خاندان کی مضبوطی اور معاشرتی امن و عدل کو یقینی بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی نصیحت محض ایک فکری یا نظریاتی تعلیم نہیں بلکہ ایک عملی نظام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثرانداز ہوتا ہے۔

---

[65] البقرۃ:45

[66] النساء:36

[67] العنکبوت:8

[68] لقمان:17

[69] النحل:90

[70] البقرۃ:177

خلاصہ

قرآنی نصیحت ایک ہمہ جہت اور جامع نظام ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ نہ صرف نظریاتی تعلیم ہے بلکہ ایک عملی ضابطہ حیات بھی ہے جو انسان کے دل، دماغ اور کردار کو متاثر کرتا ہے۔ انفرادی سطح پر قرآن عقیدہ، عبادات اور اخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور انسان کو توحید، تقویٰ، صبر، شکر اور اخلاص کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ انسان کے دل سے حسد، کینہ، غرور اور نفاق جیسے امراض کو ختم کر کے اسے سکونِ قلب اور روحانی طمانیت عطا کرتا ہے۔

خاندانی سطح پر قرآن والدین کے احترام، اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت، میاں بیوی کے باہمی حقوق اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر زور دیتا ہے تاکہ خاندان ایک مضبوط اور خوشگوار معاشرتی اکائی بن سکے۔ اسی بنیاد پر قرآن نے حضرت لقمانؑ کی نصیحت کو بطور نمونہ پیش کیا تاکہ والدین اپنی اولاد کی تربیت دنیاوی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ دینی اور اخلاقی اقدار کے مطابق کریں۔

اجتماعی سطح پر قرآن عدل و انصاف کے قیام، غریبوں اور یتیموں کی مدد، معاشرتی مساوات، امن و سلامتی اور ظلم و فساد کے خاتمے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ تعلیمات ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتی ہیں جہاں ہر فرد کو اس کا حق ملے اور کوئی کمزور، مظلوم یا محروم نہ رہے۔ قرآن بار بار آخرت کی یاد دہانی کراتا ہے تاکہ انسان دنیاوی زندگی میں غفلت کا شکار نہ ہو اور ہمیشہ اپنے اعمال کے نتائج کے بارے میں فکر مند رہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کی نصیحت محض زبانی تلقین نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اور عملی نظام ہے جو فرد کی ذات سے لے کر خاندان اور معاشرے تک سب کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا ضامن بناتی ہے اور حقیقی سکون، امن اور فلاح کا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔

سفارشات (تجاویز)

1. قرآن میں بیان کردہ نصیحت کے اصولوں کو اپنانا اور عام کرنا ضروری ہے تاکہ افراد اور معاشرہ حقیقی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی اصلاح کر سکیں۔
2. نصیحت کرنے والوں کو حکمت، نرمی اور اخلاص سے کام لینا چاہیے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ذکر ہے:
   ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
   "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔"
3. نصیحت کے قرآنی مفاہیم اور اس کے اثرات پر مزید علمی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ جدید دور کے چیلنجز کے مطابق نصیحت کے مؤثر طریقے اپنائے جا سکیں۔
4. منتخب تفاسیر اور دیگر میں نصیحت کے مفاہیم کو مزید گہرائی سے سمجھنے کے لیے تحقیقی سیمینارز اور ورکشاپس منعقد کیے جائیں۔
5. عام طور پر نصیحت اور تذکیر کو ایک ہی معنی میں لیا جاتا ہے، جبکہ قرآن میں ان کے جداگانہ مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔

6. دینی تعلیمی اداروں میں ان دونوں اصطلاحات کے فرق پر روشنی ڈالی جائے تاکہ علماء اور طلبہ ان کے درمیان فرق کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔
7. سوشل میڈیا، ویڈیوز، اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر قرآنی نصیحت کے پیغام کو عام کیا جائے۔